



دعوت و تبلیغ کے اسالیب

تبلیغ کا معنی ”پہنچانا“ ہے اور اصطلاحاً تبلیغ سے مراد ”اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں تک پہنچانا“ ہے۔ اسی مقصد کی خاطر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد تبلیغ کا یہ فریضہ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی صورت میں اس اُمت کے ہر فرد پر بالعموم اور اہل علم پر بالخصوص عائد ہے۔ چنانچہ ہر شخص اپنی اپنی بساط اور استطاعت کے مطابق اس کا مکلف ہے۔

تبلیغ کا مقصد یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے انسان کی پوری زندگی کتاب و سنت کے مطابق ہو جائے اور بندہ مسلم پورے کا پورا اسلام میں داخل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾ [البقرة: ۲۰۸]

”اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو، یقیناً وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔“

اس آیت کریمہ میں انسان کے لیے کھلا پیغام ہے کہ اس کی تمام نقل و حرکات، اس کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، عبادات، معاملات، اخلاقیات، غرض کہ اس کی پوری زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہو جائے۔

دعوت و تبلیغ؛ اہم فریضہ:

انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اور یہ خلافت اسے اسی لیے بخشی گئی کہ اس پر اللہ کے احکام و فرامین اور شرعی تعلیمات کی لوگوں کو تبلیغ کا فریضہ عائد کیا گیا ہے۔ اسی طرح علماء کو انبیاء کے وارث اسی لیے قرار دیا گیا ہے کہ وہ بھی انبیاء کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے ان کے مشن کو آگے بڑھاتے ہیں اور دعوت و تبلیغ کے ذریعے لوگوں

کو اسلامی احکام و تعلیمات سے روشناس کرتے ہیں۔

اسی کی فرضیت پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ * وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ [آل عمران: ۱۰۴، ۱۰۵]

”تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف دعوت دے اور نیک کاموں کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح و نجات پانے والے ہیں۔ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے اپنے پاس روشن دلیلیں آ جانے کے بعد تفرقہ ڈالا اور اختلاف کیا اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے بڑا عذاب ہے۔“

اسی طرح فرمایا:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ * لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُؤْلَوْكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ﴾ [آل عمران: ۱۱۰، ۱۱۱]

”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو، اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں ایمان والے بھی ہیں لیکن اکثر تو فاسق ہیں۔ یہ تمہیں ستانے کے سوا اور زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اگر لڑائی کا موقع آ جائے تو پیٹھ پھیر لیں گے، پھر مدد نہ کیے جائیں گے۔“

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نیکی کا حکم ضرور کیا کرو اور برائی سے بھی ضرور منع کرو (اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے) تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے کوئی عذاب بھیج دے، پھر تم اس سے دعائیں کرو گے لیکن قبول نہیں کی جائیں گی۔

[سنن الترمذی: ۲۱۶۹]

اس عظیم فریضے کی فضیلت:

دعوت و تبلیغ ایسا فریضہ ہے کہ جس کو بجالانے والا بے پناہ اجر و ثواب کا حق دار بھی ٹھہرتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورٍ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَٰلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا))

”جس کسی نے لوگوں کو ہدایت کی دعوت دی، تو اس کو ویسا ہی اجر ملے گا جیسا کہ اس کی پیروی کرنے والے کو ملے گا اور ان پیروی کرنے والوں کے اجر میں کسی طرح کی کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔“

[صحیح مسلم: ۲۶۷۴]

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

((فَوَاللَّهِ لَأَنْ يُّهْدَى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ))

”اللہ کی قسم! اگر تمہارے ذریعے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت مل جائے تو یہ تمہارے حق میں سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے۔“

[صحیح البخاری: ۲۹۴۲]

معاشرے سے بُرائیوں کے ازالے اور خاتمے کے لیے جدوجہد کرنا ایمان کی علامت ہے۔ یہ ایمان کا بنیادی تقاضا ہے کہ انسان جتنی بھی صلاحیت و قوت رکھتا ہے اس کو بھلائیوں کے نشر کرنے اور بُرائیوں کے ازالے کے لیے لگا دے۔ دنیا میں احکام الہی اور سنت نبوی کو بلند کرنے کیلئے، اسلام کے غلبے کیلئے، اور دنیا و آخرت میں کامیابی کیلئے اسلامی اور غیر اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے دعوت کا کام کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے اسے دین کا جس قدر علم ہے اس کو دوسروں تک احسن طریقے میں پہنچانا اور سکھانا ضروری ہے اعلیٰ کلمۃ اللہ کیلئے دعوت دین کے تقاضے کیا ہیں؟ دعوت وہ کونسی خصوصیات اور خوبیاں ہیں کہ جو اس کی دعوت کو ثمر بار بنا کر اس کی شخصیت کو قابل احترام اور اس کی دعوت کی کامیابی بناتی ہیں۔

داعی کو معاشرے میں تبدیلی پیدا کرنے کیلئے کیا کردار ادا کرنا چاہئے دعوت کو مفید اور کامیاب بنانے کیلئے کونسے ذرائع اختیار کرنے چاہئے، داعی کے فضائل دعوت کے احکام کیا ہیں، ایک داعی کیا لائحہ عمل اختیار

کرے کہ معاشرے میں انقلاب برپا کر سکے؟ دعوت دین میں حائل مشکلات کا سامنا کیسے کیا جائے؟ اس سلسلے میں ہم قرآن و سنت کے فراہم کردہ ان اسالیب دعوت کا مطالعہ کرتے ہیں:

خلوص نیت:

ہر داعی کو یہ معلوم رہنا چاہیے کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ اگر نیت صحیح ہوگی اور خالص اللہ کی رضا مندی کے لئے کوئی عمل ہوگا تو من جانب اللہ کامیابی بھی ملے گی اور اللہ کی نصرت شامل حال رہے گی اور اسی عمل پر اللہ کی طرف سے اجر کا وعدہ ہے اس لیے دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے کیلئے سب سے پہلے نیت کا خالص ہونا ضروری ہے، اگر دنیاوی مقاصد مال و متاع یا شہرت حاصل کرنا مقصود ہو تو پھر دنیا اور آخرت میں ناکامی کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوگا، یاد رہے نام و نمود والا کام زیادہ دن نہیں چلا کرتا اور بہت جلد ضائع ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ دنیا میں بھی شرمندگی اٹھانا پڑتی ہے اور آخرت کی ذلت و رسوائی وہ الگ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [البینہ: ۵]

”اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص عمل کے ساتھ خدا کی عبادت کریں۔“

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى)) [صحیح البخاری: ۱]

”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہی ہے اور آدمی کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی۔“

لہذا معلوم ہوا کہ اگر دعوت و تبلیغ جیسے عظیم عمل میں خلوص ہی نہ ہوگا تو پھر یہ عمل نہ صرف کارگر ثابت نہیں ہوگا بلکہ اللہ کے ہاں قبول بھی نہیں ہوگا اور ساری محنت اکارت جائے گی۔

حکمت و نصیحت سے دعوت دینا:

زندگی کے ہر معاملے میں حکمت کو اپنانا چاہیے تاکہ نفع و ضرر دونوں پیش نظر رہیں اور ایسی حکمت اپنائی جائے کہ جس میں حصول منفعت اور دفع مضرت ہو سکے۔ اس حکمت کے ساتھ جو وعظ و نصیحت کی جائے وہ مؤثر اور سودمند ثابت ہوتی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ * وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ﴾ *

”اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ دعوت دیجئے اور ان سے بہترین طریقے سے گفتگو کیجئے، یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بہکنے والوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے۔ اور اگر بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا ہی جتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہو اور اگر صبر کر لو تو یقیناً صبر کرنے والوں کے لیے یہی بہتر ہے۔“

[النحل: ۱۲۵، ۱۲۶]

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((سَدُّوْا وَقَارِبُوْا---الْقَصْدَ الْقَصْدَ تَبْلُغُوْا))

تم راہ اعتدال پر رہو اور (اصل مسئلے کے) قریب رہو اور میانہ روی اختیار کرو، تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔

[صحیح بخاری: ۶۴۶۳]

تبلیغ میں نرمی ہو:

دعوت و تبلیغ میں اگر شدت و درشتی اپنائی جائے تو وہ غیر مؤثر ہونے کے ساتھ ساتھ مخاطبین کے دلوں میں نفرت پیدا کرنے اور ان کی دین سے دوری کا سبب بنتا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ داعی و مبلغ کے لہجے میں شائستگی، بات میں نرمی اور چہرے پر خوشی و مسرت کا عنصر نمایاں ہوتا کہ مخاطب دل جمعی سے گفتگو سننے کے ساتھ ساتھ آپ کے اخلاق سے متاثر ہو کر دعوت کو قبول کرنے پر مجبور ہو جائے۔

اسی کا بیان اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

﴿اِذْهَبْ اَنْتَ وَاُخُوْكَ بِاٰیٰتِنَا وَلَا تَنِيَّآ فِیْ ذِكْرِیْ﴾ * اِذْهَبَاۤ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی * فَتٰوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰی﴾ * [طہ: ۴۲، ۴۴]

”(اے موسیٰ) تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لے کر جاؤ اور خبردار! میرے ذکر میں سستی نہ کرنا۔ تم

دونوں فرعون کے پاس جاؤ (کیونکہ) اس نے بڑی سرکشی کی ہے۔ پس تم اسے نرمی سمجھاؤ، شاید کہ نصیحت حاصل کر لے یا (اللہ کے عذاب سے) ڈر جائے۔“

عملی نمونہ پیش کیا جائے:

اگر مبلغ کے قول و عمل میں تضاد ہو تو اس کی بات مؤثر اور کارگر ثابت نہیں ہوتی۔ لہذا اپنی دعوت قبول کروانے کے لیے تبلیغ کے ساتھ ساتھ عملی نمونہ بھی پیش کرنا چاہیے تاکہ مخاطبین آپ کے قول و عمل میں یکسانیت دیکھ کر آپ کی بات کو اہمیت دیں اور اسے قبول کریں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ * وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرُّكَّعِينَ * أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ [البقرة: ۴۲ تا ۴۴]

”اور حق کو باطل کے ساتھ غلط ملط نہ کرو اور نہ ہی حق کو چھپاؤ، تمہیں تو خود اس کا علم ہے۔ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، باوجودیکہ تم کتاب پڑھتے ہو، کیا اتنی بھی تمہیں سمجھ نہیں۔“

اسی طرح فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ * كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ [الصف: ۲، ۳]

”اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، تم جو کرتے نہیں اس کا (لوگوں کو) کہنا اللہ

تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا جرم ہے۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن ایک شخص لایا جائے گا، پھر وہ جہنم میں ڈالا جائے گا تو اس کے پیٹ کی آنتیں باہر نکل آئیں گی اور وہ ان کو لے کر چکی پیسنے والے گدھے کی طرح چکر لگائے گا۔ جہنم والے اس کے پاس اکٹھے ہو جائیں گے اور پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا؟ کیا تو اچھی بات کا حکم نہیں دیتا تھا اور بری بات سے روکا نہیں کرتا تھا؟

تو وہ کہے گا: میں دوسروں کو اچھی بات کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا اور دوسروں کو بری بات سے منع کرتا تھا لیکن خود اس سے باز نہیں آتا تھا۔

[صحیح بخاری: ۳۲۶۷-صحیح مسلم: ۲۹۸۹]

سائل کی راہنمائی کرنا

سائل جو بھی ہو، جس وقت بھی وہ مسئلہ پوچھے اور جس معاملہ میں بھی وہ راہنمائی طلب کرے تو صاحب علم شخص پر اس کی راہنمائی کرنا فرض ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حصول علم کے بعد اسے لوگوں تک پہنچانے کا انسان پر فریضہ عائد کیا ہے، اس لیے سائل کی راہنمائی کرنا بھی اس کا دینی و اخلاقی فرض ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِّنْ وَلَا يَتِيهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ [الأنفال: ۷۲]

”جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو پناہ دی اور مدد کی یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو لوگ ایمان تو لائے ہیں لیکن ہجرت نہیں کی تو تمہارے لیے ان میں کچھ بھی رفاقت نہیں ہے جب تک وہ ہجرت نہ کریں۔ ہاں اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب کریں (یعنی کسی مسئلہ میں استفسار کریں) تو تم پر مدد کرنا لازم ہے، سوائے ان لوگوں کے کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سِئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ أَلْجَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَّارٍ))

جس شخص سے علم دین کی کوئی بات پوچھی جائے، پھر وہ اسے چھپائے تو قیامت کے دن اسے آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

[سنن أبی داؤد: ۳۶۵۸۔ سنن الترمذی: ۲۶۴۹]

جس کا علم نہ ہو وہ بات نہ کہے:

جس بات کا علم نہ ہو اس کے جواب میں صاف طور پر لا أعلم کہہ دینا چاہیے اور اپنی علمی دھاک بٹھانے کے لیے بغیر علم و تحقیق اس پر بحث نہیں شروع کر دینی چاہیے کیونکہ جو کسی مسئلہ کے متعلق غلط راہنمائی کرتا ہے وہ اس کے خلاف شرع ہونے پر اس کے گناہ میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ لہذا لاعلمی کا اظہار کرنا ہی بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا﴾ [الاسراء: ۳۶]

”جس بات کا تجھے علم ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ، کیونکہ کان، آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک کے بارے میں باز پرس ہوگی۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ الْعِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ، حَتَّىٰ إِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا))

”اللہ تعالیٰ علم کو بندوں سے چھین کر ختم نہیں کرے گا بلکہ وہ علماء کو فوت کر دینے کے ذریعے سے علم کو ختم کرے گا، یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے، سو جب ان جاہلوں سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، یوں وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“

[صحیح بخاری: ۱۰۰۔ صحیح مسلم: ۲۶۷۳]

سختی سے کام لینے کی ممانعت

اگر کوئی شخص آپ کی بات کو قبول نہ کرے تو اس پر سختی نہیں کرنی چاہیے کہ تم اسے ضرور قبول کروا کر ہی

رہو، نہیں بلکہ نرمی کے ساتھ اسے عقلی و نقلی دلائل دیے جائیں اور ہر طرح سے اسے متاثر کرتے ہوئے حق قبول کرانے کی کوشش کی جائے۔

سختی کی ممانعت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَسْتُ عَلَيْهِمْ بِمُصِيطِرٍ * إِلَّا مَنْ تَوَلَّى وَكَفَرَ * فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ *﴾

[الغاشية: ۲۱ تا ۲۴]

”پس آپ نصیحت کیجئے (کیونکہ) آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں۔ (لیکن) آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں مگر جو شخص روگردانی کرے اور کفر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے بڑے عذاب سے دوچار کرے گا۔“
برا بھلا کہنے کی ممانعت

مخاطبین اگر بدعمل یا مشرک ہوں تو غضب و نفرت سے برا بھلا نہیں کہنا چاہیے کہ کہیں آپ کے ردِ عمل میں جہالت و عداوت کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی نازیبا زبان استعمال کرنے لگیں۔ لہذا پہل ہی نہیں کرنی چاہیے۔

اسی سے اللہ تعالیٰ اس آیت میں منع فرما رہا ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيْنًا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلُهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ *﴾ [الانعام: ۱۰۸]

”اور تم ان لوگوں کو گالی مت دو جو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہیں (اگر تم ایسا کرو گے تو ردِ عمل میں) وہ بھی جہالت اور دشمنی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کو گالی دیں گے۔ ہم نے اسی طرح ہر امت کے لئے ان کے عمل کو مزین کر رکھا ہے۔ پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے، سو وہ ان کو بتلا دے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔“

لوگوں کی باتوں پر صبر کرنا

اگر کوئی شخص کج فہمی یا ہٹ دھرمی کی بناء پر آپ کی بات کو قبول نہیں کرتا بلکہ جہالت و تعصب کی وجہ سے بدزبانی کرتا ہے یا کوئی تکلیف پہنچاتا ہے تو بدلہ لینے کی بجائے اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہوئے صبر کرنا چاہیے۔

اسی کی تلقین یہاں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

﴿وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا﴾ [المزمل: ۱۰]
 ”اور جو کچھ وہ کہیں تو ان پر صبر کر اور وضع داری کے ساتھ ان سے الگ تھلگ رہ۔“

اسی طرح فرمایا:

﴿وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ﴾ [النحل: ۱۲۷]

”اور آپ صبر کیجئے، بغیر توفیق الہی کے آپ صبر کر ہی نہیں سکتے اور ان کے حال پر غمگین نہ ہوں اور جو مکر و فریب یہ کرتے ہیں اس پر تنگ دل نہ ہوں۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((عَجَبًا لِّأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءٌ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ))

”مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، یقیناً اس کا ہر کام ہی اس کے لیے خیر و بھلائی ہے، اگر اسے خوشی پہنچتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے، وہ بھی اس کے لیے خیر (یعنی اجر و ثواب کا باعث) ہے اور اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو یہ صبر سے کام لیتا ہے، وہ بھی اس کے لیے خیر ہوتا ہے۔“

[صحیح مسلم: ۲۹۹۹]

کوشش جاری رکھنا

لوگوں کے عدم قبول اور شدید کوشش و محنت کے باوصف ان کے راہِ راست پر نہ آنے کی وجہ سے دلبرداشتہ ہو کر اس اہم فریضہ سے دستبردار نہیں ہو جانا چاہیے بلکہ اپنے جذبہٴ صادقہ کے تحت محنت و کوشش جاری رکھے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھے کہ ایک دن آپ کی محنت ضرور رنگ لائیگی اور لوگ آپ کی دعوت کو قبول کریں گے۔ اگر پھر بھی کچھ حاصل نہ ہو سکے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول تو یقینی ہے اور اس سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ * وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ * ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ

الْأَوْفَى ﴿النجم: ۳۹، ۴۱﴾

”اور یہ کہ انسان کے لیے وہ ہوتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ یقیناً اس کی کوشش عنقریب دیکھی جائیگی اور پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔“

اللہ و رسول کے بتلائے ہوئے ان اسالیب دعوت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب یہ فریضہ ادا کیا جائے گا تو یقیناً یہ مؤثر بھی ثابت ہوگا اور باعثِ اجر و ثواب بھی ہوگا۔